OPEN ACCESS
AL-EHSAN
ISSN: 2410-1834
www.alehsan.gcuf.edu.pk
PP: 87-96

شاہ جلال الدین اویسی ملتانی کے احوال و آثار

Shah Jalal-Ud-Din Awaisi Multani's Spiritual Status and Legacy

Dr. Muhammad Shah Khagga

Assistant Professor, Department of Persian, Govt. Guru Nanak Post Graduate College Nankana Sahib.

Abstract

Hazrat Shah Jalal-Ud-Din Awaisi Multani, is a patron saint.He (d.697AH/1310 CE) is a Sufi of 7th century hijri and well known with his title Khagga Pir and Khawaja Awais Khagga. Khawaja Awais Khagga Multani is a spiritual teacher. He is a direct desendant of Imam Jaffer Tayyar Bin Abi Talib and a real brother of Hazrat Ali al Murtaza.He was a disciple of Shaikh Muhammad Iraqi, a patron saint of Awaisi chain of Sufis. Khawaja Awaisi Khagga's tomb is situated in Multan which is built by Ghiyas ud-Din Tughlak. The tomb was built between 1320 -1330 CE in the pre-Mughal architectural style.

Keywords: Sufism, Khawaja Awais Khagga, Multan, Awaisi orders, Multan Architecture.

شاہ جلال الدین اویسی ملتانی علیہ الرحمہ ساتویں ہجری میں سلسلہ اویسیہ و سہروردیہ کے ایک غیر معروف بزرگ گزرے ہیں۔ آپ نے ملتان میں بطور مبلغ دین و مدرسِ اسلام کے خدمات انجام دیں۔ زہد و تقوی میں ثانئ خواجہ اویس قرنی رضی اللہ تعالی عنہ تھے۔ اس لیے کتب تواریخ میں خواجہ اویس کھگہ کے نام سے ہی پہچانے جاتے ہیں۔ آپ کا سلسلہ نسب حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالی عنہ سے جا ملتا ہے۔ اس شرفِ نسبی نے تفاخر کی بجائے عجز و انکساری سکھائی، یہی اعلیٰ ظرفی کی دلیل ہے۔ شاہ جلال الدین علم و فقر اور پیکر شریعت ہونے کے علاوہ عمل و کردار کا بہترین نمونہ

تھے۔ تمام عمر سادگی کی مثال اور زہد و تقویٰ کا سراپا رہی، غریب پروری اور بندہ نوازی آپ کی زندگی کا طرہ امتیاز رہی ہے۔ آپ کا مزار ملتان میں مرجع خلائق ہے۔

شاہ جلال الدین شجرہ طریقت سے سہروردی اور اویسی تھے آپ کی روحانی نسبت شیخ محمد عراقی علیہ الرحمہ سے تھی۔ شیخ محمد عراقی رحمۃ اللہ علیہ ساتویں صدی ہجری کے ایک خدا رسیدہ بزرگ تھے اور سلسلہ سہروردیہ سے روحانی فیض حاصل کیے ہوئے تھے[1] بعض کہتے ہیں یہ بزرگ ایران سے آئے یعنی ایران کے شہر ہمدان سے بھی عراقی نام کے ایک بزرگ ملتان آئے تھے۔ اس بزرگ کا نام خواجہ فخر الدین محمد عراقی تھا۔ خواجہ بہاءالدین زکریاملتانی علیہ الرحمہ سے روحانی فیض اور خرقہ خلافت حاصل کیا۔ شاید یہ وہی عراقی تھے کیوں کہ اس نام کے بزرگ سلسلہ سہروردیہ میں اس دور میں کوئی اور نہ تھے۔ سلسلہ سہروردیہ کچھ اس طرح ملتا ہے: شاہ جلال الدین رحمۃ اللہ علیہ، خواجہ شیخ محمد عراقی رحمۃ اللہ علیہ، خواجہ قطب الدین دمشقی رحمۃ اللہ علیہ، خواجہ برہان الدین سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ، خواجہ عبد الرحمٰن کرتی رحمۃ اللہ علیہ، خواجہ احمد کوربا کی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ رضی الدین علی لالا غزنوی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ مجد الدین بغدادی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ نجم الدین کبریٰ رحمۃ اللہ علیہ، شیخ عمار بن یاسر رحمۃ اللہ علیہ، شیخ نجیب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ احمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ ابی بکر نساج رحمۃ اللہ علیہ، شیخ ابی القاسم گرگانی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ ابو علی رود باری رحمۃ اللہ علیہ، شیخ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ داود طائی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ حبیب عجمی رحمۃ اللہ علیہ، امام حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ، امام علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔[2]

سلسلہ اویسیہ کچھ اس طرح ہے: شاہ جلال الدین رحمۃ اللہ علیہ، شیخ محمد عراقی رحمۃ اللہ علیہ، ابو محمد متوکل رحمۃ اللہ علیہ، زین الدین متوکل رحمۃ اللہ علیہ، خواجہ ابو الحسن متوکل رحمۃ اللہ علیہ، خواجہ حبیب اللہ متوکل رحمۃ اللہ علیہ، خواجہ ابو سعید متوکل رحمۃ اللہ علیہ، خواجہ ابو برہان متوکل رحمۃ اللہ علیہ، خواجہ صدر الدین متوکل رحمۃ اللہ علیہ، خواجہ ابو کبیر فقیر متوکل رحمۃ اللہ علیہ، خواجہ عبد الرحمٰن کاشانی متوکل رحمۃ اللہ علیہ، خوجہ عبد الکریم متوکل رحمۃ اللہ علیہ، خواجہ عبد الوہاب متوکل رحمۃ اللہ علیہ، خواجہ شریف الدین متوکل رحمۃ اللہ علیہ، خواجہ سلمان متوکل رحمۃ اللہ علیہ، خواجہ ابو الخیر الثوری متوکل رحمۃ اللہ علیہ، خواجہ علم الدین متوکل رحمۃ اللہ علیہ، خواجہ ابو احمد محمد متوکل رحمۃ اللہ علیہ، خواجہ معروف کرخی متوکل رحمۃ اللہ علیہ، خواجہ شمس الدین سجاوندی

متوکل رحمۃ اللہ علیہ، خواجہ حسام الدین یمنی متوکل رحمۃ اللہ علیہ، خواجہ اویس قرنی اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ (3)

حضرت شیخ محمد عراقی رحمۃ اللہ علیہ کے مریدین کی تعداد بہت زیادہ تھی، ایک ہجوم رہتا تھا۔ آخری عمر میں واردات باطنیہ کی حالت میں غلبہ حال و طفح سکر کے سبب زبان شیخ سے یہ سخن صادر ہوتا تھا کہ "اَنا مہدی" یعنی میں مہدی ہوں۔ مریدین اس کیفیت اور حال سے دور ہونے شروع ہوگئے جونہی ان کے اعتقاد و یقین میں جو شیخ سے رکھتے تھے فتور پڑ گیا اور سب ان کی صحبت سے دور و نفور ہو گئے۔ ایسے عالم میں کوئی شخص مریدوں میں سے شیخ کے ساتھ نہ رہا، مگر ایک درویش شہابل نامی جس کو کرہالہ بھی کہتے تھے۔ اب اس کی اولاد کو "بودلہ" کے لقب سے مشہور ہے، دوسرے دین محمد اور تیسرے خواجہ جلال الدین محمد کھگہ رحمۃ اللہ علیہ۔ جب شیخ کو پیکِ اجل پہنچا اور سکرات موت نے آلیا تو شیخ نے ان تینوں درویشوں کو پکارا اور فرمایا تم نے طریقت کے دستور کا احترام کیا اور شیخ سے وفا کی، مانگو جو مانگنا ہے تا کہ تمہاری مراد درگاہِ الٰہی سے روا کر دوں ۔پس شہابل درویش نے کہا کہ میری مراد ہے میں مستجاب الدعوات ہو جاوں اور دین محمد نے کہا کہ میرے اور میری اولاد میں رزق کی کمی نہ آئے۔ خواجہ جلال الدین محمد نے کہا کہ میری حاجت علم و فقیری ہے اور یہ فقر و درویشی میری اولاد میں بھی باقی رہے۔ شیخ نے فرمایا کہ شہابل بندہ نفس کا تھا اس نے کرامات اور راحت نفس مانگا، دین محمد نے پلیدی دنیا کی طلب کی۔

اہل دنیا چہ کہین وچہ مہین لعنۃ اللہ علیہم اجمعین (4)

اور سب سے افضل فقر ہے جو خواجہ جلال الدین محمد نے مانگا، شیخ نے دعا کی اور ہر ایک کی مراد مستجاب ہوئی پھر شیخ نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ (5)

تاثیر و ثمرہ دعائے شیخ نے آج تک ہر سہ بزرگ کی اولاد میں باقی و جاری ہے کہتے ہیں کہ اہل ظواہر نے جب کلمہ اَنا مہدی شیخ محمد عراقی قدس سرہ سے سنا، شیخ کو اُن لوگوں نے بدعت اور الحاد کے ساتھ متہم کیا اور یہ نہ سمجھے کہ اس تہمت سے خود گناہ گار طریقت ہوئے۔ کیوں کہ ایسے کلمات و شطحیات ایسے مغلوبان سے غلبہ حال و مستی میں بہت منقول ہیں۔ جیسا کہ ایک نے "اَنا الحق" کہا، دوسرے نے

"سبحانی ما اَعظم شانی" فرمایا اور کسی نے "لیس فی جبتی سوی اللہ" وغیرہ ان معاملات کو صرف وہ جانتا ہے جس نے طریقت کے اصولوں سے واقفیت حاصل کی ہو اور علم تصوف کی کتب کا

مطالعہ بھی کیا ہو۔ شاہ جلال الدین محمد ان اسرار و رموز سے بخوبی آشنا تھے۔ انھوں نے تو اپنے شیخ میں مختلف اوقات میں مختلف باطنی کیفیات طاری ہوتی دیکھی ہیں۔ بسا اوقات ان کے کلام میں شطحیات کا اظہار ہوا کرتا تو عامۃ الناس اور علمائے ظواہر ان سے معنی اخذ کرنے میں قاصر رہتے تو وہ شیخ کی مجلس کو ترک کر دیا کرتے تھے۔ شیخ جلال الدین چوں کہ خود بلند درجہ عالم روحانیات تھے اور مقامات و مشاہدات کی عملی کیفیت سے پوری طرح باخبر تھے۔ اس کے علاوہ اکابر صوفیاء اور علماء کی علمی تاویلات اور وارداتِ قلبی کی باطنی تفصیلات سے پوری طرح آگاہ تھے اور شیخ محمد عراقی کی مجلس میں بھی علم روحانیات میں منتہی درجے پر فائز تھے۔ اس لیے شیخ کے ارشادات باطنیہ سے بخوبی واقف ہوتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ شیخ عراقی کے ہمہ قسم ملفوظات کو عمدہ معنی میں منتقل کرتے اور احسن تاویل سے اس کلام ظاہری کو مزین کرتے تھے۔ بنابریں وہ خود ایک صاحب درد مفکر اور سلیقہ مند مربی کے منصب پر فائز ہوئے۔ شیخ جلال الدین محمد اویس کھگہ رحمۃ اللہ علیہ کے خود نوشتہ حالات میں ان کے اپنے رویا اور مشاہدات شہادت دیتے ہیں آپ ایک مقتدر اور صاحبِ حیثیت شیخ تھے لیکن عوام الناس میں ان کے معاشرتی معیار کو سامنے رکھتے ہوئے اپنی زندگی کو نہایت سادہ رکھا تاکہ عوام الناس میں محبت و موانست کا جذبہ بیدار ہو۔ غیر مسلموں سے ان کا سلوک نہایت مشفقانہ ہوا کرتا تھا، عام لوگوں سے ان کا رویہ بہت سادہ اور مربیانہ تھا۔ برتری نسب احساسِ علمی اور شعورِ مشیخیت سے کوسوں دور ایک عامی سی زندگی گزارتے اور ان لوگوں میں دینِ اسلام کی تڑپ اور اسلامی معاشرت کا جذبہ اپنے عمل و کردار سے پیدا فرماتے تھے۔ خود اپنی ذات کو احتساب کے عمل سے گزارتے اور ہمہ عمر تبلیغِ دین میں گزاری۔

حضرت شاہ جلال الدین اویسی ملتانی علیہ الرحمہ نے صالحین و عارفین کے معراج حاصل کرنے کے کچھ مقامات و مدارج اپنی کتاب گلزار جلالی میں ذکر کیے ہیں، فرماتے ہیں کہ

"سب سے پہلے مردِ صالح کا توبہ کے درجے سے گزرنا شرط ہے وگرنہ کوئی مقام و مرتبہ بھی حاصل نہ ہو گا۔ توبہ ہی پہلی سیڑھی ہے یعنی توبہ سلوک کی منزلیں طے کرنے والوں کی منازل میں پہلی منزل ہے اور اس راہ کے طالبین کا ایک مقام ہے یعنی ہمیشہ کے لیے انتہائی ندامت اور استغفار کے ساتھ خدائے لم یزل کی فرماں برداری کی طرف لوٹ آنا اور حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ہے کہ توبہ ندامت اور شرمندگی کا نام ہے۔ فرمایا

اگر کسی شخص نے کسی کا مال چرایا یا کسی کی غیبت کی، پہلے اس کا مال واپس کرے یا خود کو معاف کرائے اس کے بعد اللہ تعالیٰ سے اس نافرمانی کی توبہ کرے۔ اہل فقر اور اہل تحقیق فرماتے ہیں، محض ندامت ہی کافی ہے۔"(6)

حضرت شاہ جلال الدین کھگہ اویسی ملتانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ فقیر کے دل میں ذرہ برابر بھی دنیا حاصل کرنے کی خواہش نہیں ہونی چاہیے یعنی فقیر کے دل میں دنیا کی محبت کا کوئی ذرہ باقی نہ رہے کیوں کہ وہ مردار ہے۔ اس کا ایک ذرہ خون کے ایک قطرہ کی مانند ہے۔ اگر وہ کنویں میں گر جائے تو تمام کنویں کے پانی کو گندہ کر دے گا۔ اور وہ پینے کے قابل نہیں رہے گا۔ اس لیے اپنے رزق اور مال کو کسی حوالے سے بھی ناپاک نہ ہونے دیا جائے۔ تزکیۂ باطن کے لیے بھوک کی بڑی اہمیت ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اپنے پیٹ کو بھوکا رکھو اور جگر کو پیاسا رکھو اور جسم کو ننگا رکھو تاکہ تمہارے دل اللہ کے نور کو دنیا میں بے پردہ دیکھیں۔ بھوک اللہ کی غذا ہے جو اس نے زمین میں پیدا کی ہے اور بھوک اللہ والوں کی غذا ہے۔ یہاں تک کہ اگر عاشقِ صادق، عشق میں آجائے تو وہ مقام صدق سے باہر آکر بھوک کی حالت میں مجاہدہ کر کے آہستہ آہستہ اللہ کی تائید اور مدد سے عالم ناسوت سے جو کہ برائیوں کا مقام ہے۔ عالم ملکوت تک پہنچ جاتا ہے جو کہ اچھائیوں کا مقام ہے اور پھر عالم ملکوت سے عالمِ جبروت تک پہنچ جاتا ہے جو کہ روحوں اور پاکوں کا مقام ہے اور پھر عالم جبروت سے عالم لاہوت تک پہنچ جاتا ہے۔ جو کہ مقام ہے ذات وصفات کا اور وہ عالم لامکان ہے۔ یہ حق سبحانہ تعالیٰ کا مکان ہے۔ آدمی اپنی استعداد کی وجہ سے اس مکان تک پہنچ جاتا ہے۔

حیوانات میں یہ صلاحیت نہیں ہے اگرچہ حیوانات بھی بھوک رکھتے ہیں لیکن ان کا تعلق سفلیات سے ہے اور فرشتے اور روحیں علویات سے تعلق رکھتی ہیں ان کے اندر بھوک کی خواہش نہیں ہے اس لیے وہ اپنے مقام سے آگے نہیں جاسکتے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہم نے ہر ایک کا مقام مقرر کر دیا ہے۔ اور اس مقام میں عشق و محبت کی آگ میں جلنا پڑتا ہے بھوک کے تین مقام ہیں:

پہلے مقام کو بھوک کی خواہش کہتے ہیں اس کی غذا کھانا اور پینا ہے بھوک کی خواہش رکھنے والے کو بھوکا اور پیاسا کہتے ہیں۔ دوسرے مقام کا نام عشق و محبت کا درد ہے اس کی غذا خون جگر پینا اور صبر کرنا ہے اس کو درد مند عاشق اور محب کہتے ہیں۔ بھوک کے تیسرے مقام میں باری تعالیٰ کے اوصاف و کمالات کو جاننا ہے کبھی اس کو جلالی صورت میں دیکھتا ہے اور ماسوا اس ذات کے تمام

کی نفی کرتا ہے اور کبھی اس کو جمالی صورت میں دیکھتا ہے اور ہر موجود چیز میں اس کا وجود نظر آتا ہے اور اس کی غذا اپنے حسن و جمال اور اوصاف کا مشاہدہ کرنا ہوتا ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ حسن و جمال کو ہی پسند کرتا ہے۔ یعنی اپنے حسن سے اپنے اوپر ایک جھلک ڈالتا ہے اور بے نیازی کی گیند سے بازی لے جاتا ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ جہان والوں سے بے نیاز ہے اس کو محبوب اور معشوق کہتے ہیں جو اپنے عشق سے کھیلتا ہے اور خود کو اپنا دیوانہ بنالیتا ہے:

تو جو محفل ہے، تو ہنگامۂ محفل ہوں میں
حسن کی برق ہے تو، عشق کا حاصل ہوں میں
جب سے آباد ترا عشق ہوا سینے میں
نئے جوہر ہوئے پیدا مرے آئینے میں[7]

حضرت شاہ جلال الدین علیہ الرحمہ نے اپنے فارسی رسالہ "گلزار جلالی" میں فرمایا ہے:

قالو بلی قیام نماید آن جا روح از لباس بشریت بیرون آید و آفت تصرف و ہم خیال ازو مرفوع گردد و خلیفۃ اللہ فی الارض شود ہر چہ در عالم کون بگزرد از دل و زبان او حکم می کنند و ما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی و ہر چہ در عالم علوی و سفلی و ملک و ملکوت برو عرضہ کنند از دریچہ آفاق و آئینہ انفس جمال آیات بیناتِ حق مطالعہ کند۔[8]

کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں، ارواح نے کہا: "ہاں ہاں تو ہمارا رب ہے" اس وقت روح بشریت کے لباس سے آزاد ہو جاتی ہے اور وہم و خیال کی آفتیں اس سے اٹھ جاتی ہیں اور انسان اللہ کا خلیفہ بن جاتا ہے اور جو کچھ دنیا میں ہوتا ہے اس کی زبان اور دل سے حکم کرتے ہیں۔ کیوں کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے وہ اپنی خواہشات سے نہیں بولتا بلکہ وہی کچھ کہتا ہے جو اس پر وحی آتی ہے اور جو کچھ عالم علوی و سفلی و عالم ملکوت میں اس پر پیش ہوتا ہے وہ افق کی کھڑکی اور جمالیاتی نفوس کے آئینہ سے اللہ تعالیٰ کا نشانیاں اور قدرتوں کا مشاہدہ کرتا ہے وہ جس طرف بھی نگاہ کرتا ہے حق تعالیٰ کا نشان اس میں نظر آتا ہے یعنی کسی چیز کو میں نے نہیں دیکھا مگر اس میں اللہ نظر آیا یہی مقام ہے کہ عشق عین شین اور قاف کے پردوں سے آزاد ہو جاتا ہے۔ روح کا تعلق عشق سے اور عشق کا تعلق روح سے قائم ہو جاتا ہے اور اس وقت روح اور عشق کے درمیان دوئی ختم ہو جاتی ہے اور وہ

ایک ہو جاتے ہیں جب روح خود کو بلاتی ہے تو وہاں پر عشق کو دیکھتی ہے اس مقام پر عشق روح کے قائم مقام بن جاتا ہے اور جسم میں اس کی جانشینی کی جگہ لے لیتا ہے اور روح ذات باری تعالیٰ کی شمع کا پروانہ بن جاتی ہے۔

حضرت خواجہ اویس کھگہ ملتانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اس دنیا میں دل نہیں لگانا چاہیے یعنی دُنیا حقیقت میں مردار ہے۔ قرآن مجید میں دنیا کی مذمت کی ہے(یا ایھا الذین امنوا إن من أزواجکم و أولادکم عدولکم فاحذروا)

"اے ایمان والو ! بے شک تمھاری بیویاں اور تمھاری اولاد دشمن ہیں، پس ان سے بچو"ایک اور جگہ فرمان باری تعالی کچھ اس طرح ہے۔"بے شک دنیا کی زندگی کھیل کود اور دل بہلانا ہے، بناو سنگھار اور آپس میں فخر کرنا ہے، مال اور اولاد میں زیادتی پیدا کرنا ہے۔ جیسے کہ بارش سے پیداوار زور پکڑتی ہے اور پک جاتی ہے پھر وہ ریزہ ریزہ ہو جاتی ہے اور آخرت میں سخت عذاب ہے۔ دنیا کی بے ثباتی پر بہت سی آیات قرآنیہ موجود ہیں لیکن یہاں پر طوالت کے ڈر سے انہی پر اکتفا کروں گا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا دنیا کی محبت تمام گناہوں کی جڑ ہے اور دنیا کی محبت کو چھوڑ دینا تمام عبادتوں کی بنیاد ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا دنیا مومن کے لیے قید خانہ ہے، ایک اور جگہ پر فرمایا کہ دنیا اس شخص کا گھر ہے جس کا کوئی گھر نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا دنیا اس شخص کا مال ہے جس کا کوئی مال نہیں ہے کیوں کہ وہی شخص مال جمع کرتا ہے جو بے عقل ہو۔

اے طالبان حق! جان لو کہ اگر کسی کے دل میں دنیا کی محبت کا ایک ذرہ بھی آجائے اور مخلوق کی تعریف سے خوش ہو یا اپنی بڑائی کا اظہار کرے یا دنیا کے دیکھنے سے خوشی محسوس کرے یا اس کی زیب وزینت سے فرحت محسوس کرے یا لوگوں کے تعریف کرنے کی وجہ سے اس کو اچھا سمجھے۔ باری تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں ایسے شخص کو اپنے گھر میں جگہ نہیں دوں گا اور اس کے دل سے اپنی محبت چھین لوں گا، اس کے دل میں اندھیرا کر دوں گا تاکہ وہ مجھے بھول جائے اور اپنی محبت کی مٹھاس تک نہیں چکھاوں گا۔

حضرت شاہ جلال الدین اویسی فرماتے ہیں کہ عمل کے بغیر بھی مقصود حاصل نہ ہو گا، خلوت وجلوت میں تتبع اسوہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہو یعنی کعبہ و دیر میں جانے سے کچھ حاصل نہیں ہو گا۔ خواجہ عراقی فرماتے ہیں:

به طوافِ کعبه رفتم به حرم رهم ندادند
که برونِ در چه کردی که درونِ خانه آیی
به قمار خانه رفتم همه پاک باز دیدم
چو به صومعه رسیدم همه زاهدِ ریایی[9]

ترجمہ (میں کعبہ معظمہ میں طواف کرنے کی غرض سے داخل ہونے لگا تو حرم کے دربان نے مجھے روک لیا اور کہا کہ اب تک کیا کرتے رہے ہو اور اب کعبہ معظمہ میں آکر کیا کروگے۔ جب میں شراب خانے میں گیا تو سب نیک لوگ اور پاکیزہ تھے اور جب میں عبادت خانوں میں گیا تو سب ریاکار نظر آئے)

فرماتے ہیں تدریجاً معراج حاصل ہوتی جائے گی، ذکر کے مقام سے توکل، صبر اور نماز پر پہنچ جائیں۔ لکھا ہے حضرت شاہ جلال الدین اویسی رحمۃ اللہ علیہ جب نماز کا وقت آتا تو فوراً قبلہ کی طرف مڑ جاتے اور چہرے کا رنگ بدل جاتا۔ آپ پر نماز میں نہایت استغراق کی کیفیت ہو جاتی تھی۔ حضرت ایک بار نماز میں اس قدر روئے کہ تمام چہرہ اور داڑھی آنسوؤں سے تر ہو گئی اور فرمایا جس کے ساتھ پیار ہو، اس کا ذکر کرنا اچھا لگتا ہے۔ اس کی باتیں کرنے کو دل کرتا ہے ہر بات میں اس کی بات کرنا، اس بات کی دلیل ہے کہ وہ پیارا لگتا ہے نماز میں یار کی باتیں اور ذکر ہوتا ہے نماز نہ پڑھنا اس بات کی دلیل ہے کہ ہمیں یار سے پیار نہیں ہے۔ اس لیے اس کا ذکر کرنا اچھا نہیں لگتا۔

پندار کا اک بت ترے پیکر میں ہے
تو بغض و حسد کے اسی چکر میں ہے
سر ہی کو نہ رکھ زمیں پہ بہر سجدہ
ساتھ اس کو بھی رکھ جو ترے سر میں ہے[10]

حضرت عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں مجھے یاد ہے کہ میں بچپن کے زمانے میں ایک عابدہ عورت کو دیکھا کہ نماز میں اس کے جسم پر بچھو نے چالیس جگہ ڈنگ مارا، مگر اس کے چہرے پر تغیر نہیں آیا۔ جب وہ نماز سے فارغ ہوئیں تو میں نے کہا: اماں جان! آپ نے اسے دور کیوں نہ کر دیا؟ وہ فرمانے لگیں: صاحبزادے تم بچے ہو، تمہیں معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے کام میں اپنا کام

ناجائز۔(11) اس کے بعد قناعت سے گزر کر بھوک اور پیاس برداشت کرنا ہوتی ہے محبت میں اندھے ہو جائیں۔ محبوب کے سوا کچھ نظر نہیں آنا چاہیے۔ جیسے حافظ شیرازی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

نیست بر لوحِ دلم جز الف قامت یار
چہ کنم کہ حرف دگر یاد نداد استادم(12)

حضرت یحیی بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، محبت کی حقیقت یہ ہے کہ جفائے یار سے کم نہ ہو اور عطائے یار سے زیادہ نہ ہو یعنی اصلی محبت وہ ہے جو ظلم اور سختی سے کم نہ ہو۔ دوست دوست کی بلا پر خوش ہوتا ہے اور محبت کی راہ میں جفا اور وفا برابر ہیں۔ جب محبت حاصل ہو جائے تو وفا مثلِ جفا اور جفا مثل وفا ہو جاتی ہے۔ حکایتوں میں مشہور ہے کہ شبلی علیہ الرحمہ کو جنون کی تہمت سے شفاخانہ لے گئے اور آپ کو قابو کیا تو ایک گروہ آپ کی زیارت کو آیا، آپ نے فرمایا تم کون ہو؟ وہ بولے ہم آپ کے دوست ہیں۔ آپ نے انھیں پتھروں سے مارا وہ بھاگ گئے تو حضرت شبلی علیہ الرحمہ نے فرمایا اگر تم میرے دوست ہو تو میری بلا سے بھاگتے کیوں ہو؟ برداشت کرو اور صبر کا دامن تھامے رکھو(13) شاہ جلال الدین علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: "مرید شیخ کی ہدایت کا محتاج ہو اور اس میں جلوہ خدا دیکھے پھر حق اور حقیقت کو پہچان جائے گا اور وصال و قرب حاصل ہو جائے گا۔"

اگر است در دلت آرزو کہ نظر بہ خوش نظری رسد
بہ حریم جلوہ خود نشین کہ ترا ازو خبری رسد(14)

حوالہ جات و حواشی

1۔ محمد اشفاق حسین، سید، مولانا، نسیم یمن فی حالات اویس قرن، در مطبع نول کشور سٹیم پریس، لاہور، 1910ء، ص173

2۔ ایضاً، ص180

3۔ ایضاً، ص183

4۔ مولانا روم، مثنوی معنوی، (قاضی سجاد حسین) مرکز تحقیقات ایران و پاکستان، اسلام آباد، 1398ھ، ص185

5۔ احمد بن محمود، مولانا، لطائف نفیسیہ در فضائل اُویسیہ، در مطبع رضوی دہلی، انڈیا، 1314ھ، ص80-81

6۔ شاہ جلال الدین اویس، کھگہ، گلزار جلالی، کبیر والا (خانیوال)، 1978ء، ص79

7۔ علامہ اقبال، بانگ درا، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، 1982ء، ص170

8۔ شاہ جلال الدین اویس، کھگہ، گلزار جلالی، کبیر والا (خانیوال)، 1978ء، ص79

9۔ خواجہ عراقی، فخر الدین، دیوانِ عراقی (پروین قائمی) انتشارات پیمان، تہران، 1389ش، ص182

10۔ نصیر الدین گولڑوی، سید، رنگ نظام، مکتبہ مہریہ نصیریہ، گولڑہ شریف، اسلام آباد، 2000ء، ص190

11۔ داتا گنج بخش (علی ہجویری علیہ الرحمۃ)، کشف المحجوب (ترجمہ سید محمد احمد حسنات)، مکتبہ نبویہ، لاہور، پاکستان، 1982ء، ص189

12۔ حافظ شیرازی، دیوان حافظ، خواجہ عباد اللہ اختر، اسلامیہ سٹیم پریس، لاہور، 1998ء، ص420

13۔ شاہ جلال الدین اویس، کھگہ، گلزار جلالی، ص98

14۔ نصیر الدین گولڑوی، سید، رنگ نظام، مکتبہ مہریہ نصیریہ، گولڑہ شریف، اسلام آباد، 2000ء، ص37